رسائل و مسائل

اسقاط، ماتم اور ختم کی شرعی حیثیت

از جناب ملک غلام علی صاحب ناظم شعبہ استفسارات

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین چند مسائلِ ذیل میں:

۱۔ ہمارے علاقہ میں عرصہ دراز سے ایک رسم ذیل چلی آ رہی ہے کہ جب کوئی مرد عورت بالغ وفات پا جاتا ہے تو اُس کی نجات کے لیے بعدِ نمازِ جنازہ چند ایک علما دائرہ کی صورت بنا کر بیٹھ جاتے ہیں اور وہ قرآن پاک جس کو جنازہ کے ساتھ لایا جاتا ہے اور قرآن پاک کے ساتھ ہی کوئی مقرر کردہ نقد رقم بھی رکھی جاتی ہے۔ اُس کو دائرہ میں چکر کی طرح ایک دوسرے کی ملک کرتے جاتے ہیں یہ چکر تین بار میں پورا کیا جاتا ہے اور بعدہٗ وہی مذکورہ رقم اُس دائرہ میں امیر غریب قاضی علماء مفتی درویش پر تقسیم کی جاتی ہے اور پھر دُعا کے ساتھ ختم کی جاتی ہے۔ اس رسم کو حیلہ کے نام سے منسوب کیا جاتا ہے اور اس کو اسقاط کا نام دیا جاتا ہے۔

۲۔ جب جنازہ اُٹھا کر قبرستان کی طرف لے جایا جاتا ہے تو اُس وقت بھی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ مرد اور عورتیں قریب قریب ہو کر چلتی ہیں اور قبر پر حاضر ہو جاتی ہیں اور مرد جنازہ کرنے کے بعد جب دفن کے لیے میّت کو قبر پر لاتے ہیں تو عورتیں وہاں بھی بین کرتی ہیں۔

۳۔ یہ بھی ایک رسم چلی آ رہی ہے کہ جب کوئی وفات پاتا ہے تو ورثا چاہے یتیم ہوں یا بیوہ ہو امیر ہو یا غریب ہو۔ گھر کا مال ہو یا قرضہ اُٹھا کر عام کھانا پکایا جاتا ہے جس دن کہ وفات کا دن ہوتا ہے وہ کھانا امیر غریب، ممبر نمبردار، علماء قاضی سب کھاتے ہیں اور اُس کو خیرات کا نام

دیا جاتا ہے۔ حالانکہ اس دن ماتم والوں کو کھانا کھلانا ضروری ہے۔

ان تمام مذکورہ رسومات ۱ تا ۳ میں جو آدمی شرکت نہ کرے تو اس پر غیر مقلد کا فتویٰ لگا کر عوام کو گمراہ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ عام لوگوں کا یہ مطالبہ ہے کہ مذکورہ رسومات اگر قرآن اور حدیث کے منافی ہیں تو مکمل فتویٰ منگوا کر ہم کو مطمئن کیا جائے۔ آپ کا ادارہ ایک دینی ادارہ ہے اور تمام پاکستان میں آپ کا فتویٰ جاری ہوتا ہے۔

۱ تا ۳ کو قرآن و حدیث اور فقہ کی روشنی میں مفصل تحریر فرما کر ثواب دارین حاصل کریں۔ واضح رہے کہ ہمارا مسلک حنفی ہے۔

جواب :-

۱۔ مروجہ حیلۂ اسقاط کے حق میں کوئی ثبوت یا دلیل کتاب و سنت، آثار صحابہ یا اقوالِ فقہاء میں مذکور نہیں۔ مستفسر نے لکھا ہے کہ ہمارا مسلک حنفی ہے۔ اس لیے براہ راست کتاب و سنت سے عمومی دلائل کو سردست بیان نہ کرتے ہوئے اور اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے صرف فقہی حوالہ جات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:

فقہ حنفی کی مشہور کتاب رد المحتار، کتاب الصلوٰۃ، باب قضاء الفوائت، مطلب فی اسقاط الصلوٰۃ عن المیت کے تحت علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں:-

"ثم اعلم انه اذا اوصیٰ بفدیۃ الصوم یحکم بالجواز قطعاً لانه منصوص علیه۔ واما اذا لم یوص فتطوع بها الوارث فقد قال محمد فی الزیادات انه یجزیه ان شاء الله تعالیٰ۔ فعلق الاجزاء بالمشیئة لعدم النص، وكذا علقه بالمشیئة فیما اوصیٰ بفدیۃ الصلوٰۃ لانهم الحقوها بالصوم احتیاطاً لاحتمال كون النص فیه معلولاً بالعجز فتشمل العلة الصلوٰۃ وان لم یكن معلولاً تكون الفدیة برا مبتدأ یصلح ماحیا للسیئات فكان فیها شبهة، كما اذا لم یوص بفدیۃ الصوم فلذا جزم محمد بالاول ولم یجزم بالاخرین، فعلم انه اذا لم یوص بفدیۃ الصلوٰۃ فالشبهة اقوی"

ترجمہ :- پھر جان لو کہ جب مرنے والے نے فدیۂ صوم کی وصیت کی ہو تو اس میں قطعی جواز کا حکم

لگایا جائے گا کیونکہ یہ فدیہ شرعاً منصوص ہے۔ لیکن جب اُس نے وصیت نہ کی ہو اور وارث اس کی طرف سے رضا کارانہ طور پر فدیہ دیں تب بھی امام محمد نے فرمایا کہ انشاء اللہ یہ مفید ہوگا۔ یہاں انہوں نے انشاء اللہ کا لفظ اس لیے کہا ہے کہ اس صورت میں نص موجود نہیں ہے ۔ اسی طرح اگر فدیہ صلوٰۃ کے معاملے میں وصیت بھی کی گئی ہو تو اُس کو فقہاء نے احتیاطاً روزے سے ملحق کیا ہے ۔ کیونکہ روزہ نہ رکھنے میں عجز کی علت (یعنی روزہ نہ رکھ سکنے کی وجہ) نص حدیث میں موجود ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ یہ علت نماز کو بھی شامل کر لے اگرچہ علت موجود نہ ہو۔ یعنی اگر نمازی کا نماز پڑھنا بربنائے علت نہ تھا تو ہو سکتا ہے کہ یہ برائیوں کا کفارہ ہو جائے ۔ لیکن اس میں شبہ موجود ہے، جس طرح کہ فدیہ صوم کی اگر وصیت نہ کی گئی ہو۔ اس لیے امام محمد نے فدیہ صوم کی وصیت کی صورت میں تو جزم کے ساتھ جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ لیکن روزے یا نماز کی وصیت نہ ہونے کی صورت میں جزم کا فتویٰ نہیں دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر فدیہ صلوٰۃ کی وصیت مرنے والے نے نہ کی ہو تو اس فدیے کا مشتبہ ہونا زیادہ قوی اور راجح ہے) ۔

اس بحث سے یہ معلوم ہوا کہ اوّل تو فدیہ کا حکم صرف روزے سے متعلق ہے، جن لوگوں نے اس حکم کو فوت شدہ نمازوں پر بھی منطبق کیا ہے، انہوں نے بھی اس میں شک وشبہ کا ساتھ ہی اظہار کیا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس میں فدیہ یا کفارہ جو کچھ بھی تجویز کیا گیا ہے وہ اسی کتاب کے متن درمختار میں موجود ہے جس کی یہ کتاب شرح ہے اور اس میں یہ الفاظ ہیں کہ "ولو مات و علیہ صلوٰۃ فائتۃ واوصی بالکفارۃ یعطی لکل صلوٰۃ نصف صاع من بر کالفطرۃ"

(اگر اس نے قضا شدہ نمازوں کے کفارے کی وصیت کی ہو تو ہر فوت شدہ نماز کے عوض میں فطرے کے مانند نصف صاع گندم ہے)

دوسرے لفظوں میں اس کا مطلب یہ ہے کہ بعض فقہاء نے جس اسقاط کا ذکر کیا ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ مرنے والے کے جتنے روزے اور نمازیں بربنائے عذر قضا ہوئی ہیں۔ ان سب کا حساب لگا کر ہر نماز اور ہر روزے کے بدلے میں دو دو سیر، یا پونے دو دو سیر غلہ فقراء مستحقین میں تقسیم کیا جائے لیکن موجودہ زمانے میں جو قرآن مجید یا اُس کے ساتھ تھوڑی سی نقدی یا غلے کی پوٹلی وغیرہ رکھ دی جاتی ہے

اور اس کو دائرے میں گھمایا جاتا ہے اس کا ثبوت کہیں سے نہیں ملتا۔ یہ تو کتاب اللہ کی بھی توہین ہے اور اس پر اس فدیے کا بھی اطلاق نہیں ہو سکتا جو حدیث میں یا فقہ میں مذکور ہے۔

علامہ شامیؒ نے اپنی اس بحث میں اپنے ایک رسالے کا بھی ذکر کیا ہے جس کا نام "شفاء العليل في بطلان الوصية بالختمات والتهاليل" ہے اور اس کا نام ہی یہ ظاہر کر رہا ہے کہ مرنے والے کے لیے جو اسقاط کے طور پر مروج ختم یا ذکر اذکار کرتے ہیں۔ علامہ شامی نے اپنے رسالے میں اس فعل کا باطل ہونا ثابت کیا ہے۔ اس بحث میں ذرا آگے وہ پھر ایک عنوان "مطلب في بطلان الوصية بالختمات والتهاليل" قائم فرماتے ہیں اور اس کے تحت لکھتے ہیں:- "وظهر حال وصايا أهل زماننا، فإن الواحد منهم يكون في ذمته صلوات كثيرة وغيرها من زكاة وأضاح وأيمان ويوصي لذلك بدراهم يسيرة ويجعل معظم وصيته لقراءة الختمات والتهاليل التي نص علماؤنا على عدم صحة الوصية بها وأن القراءة لشيء من الدنيا لا تجوز، وأن الآخذ والمعطي آثمان لأن ذلك يشبه الاستئجار على القراءة، ونفس الاستئجار عليها لا يجوز، فكذا ما أشبهه كما صرح بذلك في عدة كتب من مشاهير كتب المذهب وإنما أفتى المتأخرون بجواز الاستئجار على تعليم القرآن لا على التلاوة وعللوه بالضرورة وهي خوف ضياع القرآن، ولا ضرورة في جواز الاستئجار على التلاوة كما أوضحت ذلك في شفاء العليل"

ترجمہ:- "ہمارے اہل زمانہ جو وصیت کرتے ہیں اُس کا حال میری بحث سے ظاہر ہو گیا— ان مرنے والوں میں بعض ایسے ہوتے ہیں کہ اُن کے ذمے بہت سی نمازیں، زکوٰۃ، قربانیاں اور قسموں کے کفارے وغیرہ ہوتے ہیں۔ اور وہ اس کفارے کے لیے چند پیسوں کی وصیت کر دیتے ہیں۔ (آج کل کے زمانے میں تو یہ وصیت بھی مفقود ہے) اور وہ اپنی وصیت میں زیادہ تر یہ کہتا ہے کہ ختم پڑھے جائیں۔ اللہ کا ذکر ہو۔ حالانکہ ہمارے علماء نے اس طرح کی وصیت کی عدم صحت قطعی طور پر بیان کی ہے اور دُنیا کے لالچ میں قرأت کرنا جائز ہی نہیں ہے۔ اور یہ دنیوی مال لینے والا اور دینے والا دونوں گنہگار ہیں کیونکہ یہ قرآن پر اُجرت کے مشابہ ہے۔ حالانکہ اس طرح کی اُجرت فی نفسہ جائز نہیں ہے۔ تو جو اس سے مشابہ چیز ہوگی

وہ بھی اسی طرح ناجائز ہوگی، جس طرح کہ ہمارے مذہب کے مشاہیر کی متعدد کتابوں میں صراحت موجود ہے۔ ہمارے متاخرین فقہاء نے صرف تعلیم قرآن پر اُجرت کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ تلاوتِ قرآن پر اُجرت لینے کا فتویٰ نہیں دیا ہے اور وہ جواز کا فتویٰ دیا ہے تو تعلیمِ قرآن کے معاوضے کو بھی بربنائے ضرورت جائز قرار دیا ہے۔ ورنہ قرآن مجید کے ضائع ہونے کا خوف ہے اور تلاوتِ قرآن پر اُجرت لینا کوئی اس طرح کی ضرورت نہیں ہے۔ جس طرح کہ میں نے اپنی کتاب شفاء العلیل میں (جس کا اُوپر ذکر ہوا ہے) واضح کر دیا ہے" آخر میں انہوں نے یہ لکھا ہے کہ حضرت حسنؓ بن علیؓ سے اس فدیۂ صلوٰۃ کے بارے میں پوچھا گیا جس کی وصیت مرض الموت میں خود مرنے والا کرے کہ کیا یہ جائز ہے؟ تو انہوں نے فرمایا "نہیں"۔

یہ تو فقہی اقوال کی روشنی میں مختصر جواب ہے لیکن کتاب و سنّت اور فقہائے مجتہدین کی مفصل آراء کی روشنی میں اس مسئلے میں قولِ فیصل یہ ہے کہ فدیہ یا اسقاط یا کفارہ و بدل وغیرہ کی جو صورتیں بھی مشروع ہیں۔ وہ صرف اس حالت میں ہیں جب کہ کسی مکلف مسلمان کی کوئی عبادت نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ بربنائے عذر فوت یا قضا ہوتی ہو۔ اور اس کوتاہی یا قصور پر اُسے ندامت ہو اور وہ اپنی زندگی ہی میں اُس کی تلافی کی جو شکل شریعت میں مقرر ہے ممکن حد تک کوشش کرے یا کم از کم اس کی تمنا رکھے ــــ لیکن جس شخص کے فرائض مسلسل اور کثرت کے ساتھ بلا عذر شرعی ترک ہوتے رہیں۔ وہ اگر زندگی میں بھی محض تطوعات سے (مثلاً نمازوں کے عوض میں کچھ گندم حیلہ اسقاط کے طور پر دے کر) تلافی مافات کی کوشش کرے تو یہ اس کی زندگی میں بھی خود اس کی طرف سے قابل قبول نہیں ہے۔ چہ جائیکہ اس کے مرنے کے بعد کچھ دوسرے لوگ اس کی طرف سے یہ حیلہ اختیار کریں۔ اس پر بھی علماء کا اجماع ہے کہ فرائض کی تلافی یا نیابت نوافل سے نہیں ہوسکتی۔ مثلاً کوئی شخص فرض نماز تو نہ پڑھے، زکوٰۃ و عشر واجب ہونے کے باوجود نہ دے تو وہ خواہ کتنے نفل پڑھتا رہے، کتنا صدقہ دیتا رہے۔ اس کے ذریعے سے ترکِ فرائض کا جرم کسی حیلے سے ساقط نہیں ہوسکتا۔

۲۔ جنازے کے ساتھ عورتوں کا چلنا یا میت پر یا میت کے لئے مرد یا عورت کا بین کرنا یعنی آواز کے ساتھ ہائے وائے کرنا اور نوحہ کرنا شرعاً ممنوع ہے۔ الشرح الکبیر شرح منیۃ المصلی جو کبیری کے نام سے معروف ہے۔ اس کے آخر میں ابواب الجنائز میں ہدایہ اور دیگر کتب کے حوالے سے لکھا ہے۔

"لا ینبغی للنساء ان یخرجن مع الجنازۃ وعلیہ الجمھور"

(عورتوں کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ جنازے کے ساتھ نکلیں، جمہور یعنی اکثر فقہا کا فتویٰ یہ ہے) آگے مزید لکھا ہے۔ "لایسئل عن الجواز والفساد فی مثل ھذا وانما یسئل عن مقدار ما یلحقھا من اللعن فیہ واعلم انھا کلما قصدت لخروج کانت فی لعنۃ اللہ وملائکتہ واذا خرجت تحفھا الشیاطین من کل جانب واذا اتت القبور یلعنھا روح المیت واذا رجعت کانت فی لعنۃ اللہ ذکرہ فی التاتارخانیۃ"

(عورتوں کے جنازے کے ساتھ چلنے کے جواز و فساد کے بارے میں سوال نہیں کرنا چاہیئے۔ بلکہ پوچھنا یہ چاہیئے کہ اس عورت پر ایسی صورت میں لعنت مسلط ہونے کی مقدار کیا ہے۔ جان لو کہ وہ جب بھی ارادہ کرتی ہے جنازے کے ساتھ نکلنے کا تو اللہ اور اس کے فرشتوں کی لعنت کی زد میں آ جاتی ہے اور جب نکل پڑتی ہے تو ہر طرف سے شیاطین اسے گھیر لیتے ہیں۔ اور اگر وہ قبرستان تک پہنچتی ہے تو اس پر میت کی روح لعنت کرتی ہے اور جب وہ واپس آتی ہے تب بھی اللہ تعالیٰ کی لعنت کے تحت آتی ہے۔ یہ فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے) اس سے ذرا آگے پھر لکھا ہے۔ "وان کان مع الجنازۃ صائحۃ ونائحۃ تزجر وتمنع"

(اگر جنازے کے ساتھ کوئی عورت چیخ و پکار اور بین و بکا کرنے والی ہو تو اسے ڈانٹا جائے اور روکا جائے)

۳۔ رد المحتار، باب صلوٰۃ الجنائز "مطلب فی الثواب علی المصیبۃ" کے تحت لکھا ہے۔

"ویستحب لجیران اھل المیت والاقرباء الاباعد تھیئۃ طعام لھم یشبعھم یومھم ولیلتھم، لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم "اصنعوا لآل جعفر طعاماً فقد جاءھم ما یشغلھم"

(اہل میت کے ہمسایوں اور دور کے رشتہ داروں کے لئے مستحب ہے کہ وہ میت والوں کے لئے کھانا تیار کریں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جعفرؓ طیار کی وفات کی خبر سن کر فرمایا تھا کہ جعفر کے گھر والوں کے لئے کھانا تیار کرو، کیونکہ ان پر ایسی مصیبت آئی ہے جس نے اسے مشغول و مغموم کر دیا ہے۔)

آگے پھر مطلب فی کراھۃ الضیافۃ من اھل البیت کے تحت لکھا ہے۔

"ویکرہ اتخاذ الضیافۃ من الطعام من اھل المیت لانہ شرع فی السرور ولا فی الشرور وھی بدعۃ مستقبحۃ"

میت والوں کی طرف سے کھانے اور ضیافت کا انتظام کرنا مکروہ ہے۔ کیونکہ ضیافت تو خوشی کے مواقع کے لئے

مشروع ہے نہ کہ مصیبت کے وقت کے لئے۔ یہ فعل بہت بری بدعت ہے) پھر آگے مسند احمد اور ابن ماجہ کے حوالے سے حضرت جریرؓ بن عبداللہ سے روایت نقل کی گئی ہے۔

"کنا نعد الاجتماع الی اھل المیت وصنعھم الطعام من النیاحۃ"

(ہم اہل میت کے ہاں لوگوں کے جمع ہونے اور پھر میت والوں کی طرف سے ان کے کھانے پکانے کو نوحے میں شمار کرتے تھے) (جو شرعاً ممنوع ہے)

اسی مقام پر درمختار کے متن میں، (جس کی ردالمحتار شرح ہے) یہ الفاظ ہیں۔

در "لا باس بالجلوس لھا ثلاثۃ ایام وکرہ بعدھا الا لغائب وتکرہ التعزیۃ ثانیاً"

(تین دن تک تعزیت کی نشست کے لئے بیٹھنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ لیکن اس کے بعد یہ مجلس مکروہ ہے۔ سوائے اس کے کہ کوئی آدمی جنازے سے غائب تھا تو اس کا اگر تعزیت کرنا اور بیٹھنا مکروہ نہیں ہوگا۔ ورنہ دوبارہ تعزیت مکروہ ہے)

دوبارہ تعزیت کے مکروہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ جنازے میں شامل نہیں تھے اور انہوں نے آکر ایک مرتبہ تعزیت کر لی تو ان کا فعل تو درست ہے لیکن جنازے میں شمولیت یا ایک دفعہ تعزیت کر لینے کے بعد دوبارہ تعزیت کے لئے آنا مکروہ ہے۔